© rasailojaraid.com

تلخیصِ وترجمہ

بیسویں صدی میں جامع ازہر کی اصلاح وترقی

ذیل میں شیخ محمود ابو العیون شیخ علماءِ اسکندریہ کے ایک مقالہ کا ملخص ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو الہلال مصر کی اشاعتِ خاص "العرب والاسلام" میں شائع ہوا تھا۔

ازہر کا زبان پر نام آتا ہے تو ذہن فوراً اب سے ایک ہزار برس پہلے کے زمانہ کی طرف لوٹ جاتا ہے جبکہ بنو فاطمہ نے مصر میں اپنی خلافت قائم کی، اور قاہرہ کو پایۂ تخت بنایا، انہی لوگوں نے جامع ازہر کی بنیاد رکھی۔ خلفاء بنو فاطمہ کو ازہر سے بڑا اعتنا تھا۔ یہ یہاں آکر نماز پڑھتے تھے۔ علماء وطلباء سے مل کر اُن کی ضرورتیں معلوم کرتے تھے۔ اور اُن کے لیے ہر طرح کے سامانہائے اطمینان وسکون بہم پہنچاتے تھے تاکہ وہ یکسوئی سے تعلیم وتعلم میں مصروف رہیں۔

۵۶۷ھ میں مصر ایوبیوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اُس کے تخت پر سلطان صلاح الدین ایوبی نے تمکن پایا تو سلطان نے مصر میں اسلامی علوم وفنون کی چہل پہل دیکھ کر یہاں اور چند مدارس قائم کئے جن میں بڑی بڑی تنخواہوں پر علماءِ درس کے لیے مقرر تھے۔ سلطان کے انتقال کے بعد اُس کے جانشین بھی اسی روش پر چلتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر میں مدارس کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ ان مدارس میں بڑے بڑے علماءِ اسلام درس دیتے تھے۔ جن کی شہرت نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر انہیں آفتاب کی طرح چمکا دیا تھا۔ مثلاً امام ابو محمد الشاطبی۔ اُن کے شاگرد ابو محمد بن عمر القرطبی، ابن زین النجار، قاضی شمس الدین بن محمد الحنفی، قاضی القضاۃ ابو علی الحسین المالکی۔ ان مدارس میں علوم دین، لغت اور خصوصاً مذاہب اربعہ کے فقہ کی تعلیم دیجاتی تھی۔ ایوبی خاندان کے بادشاہوں نے مصر کے مختلف مدارس پر جو توجہات کیں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں شبہ نہیں کہ ان کی بدولت مصر میں علم وفن کو ترقی ہوئی۔ مصر کے تمام کوچہ و بازار اسلامی علوم کے زمزموں سے گونج اُٹھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ ازہر کی طرف مسلمان جس وقعت و مرکزیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس میں شدید رخنہ پیدا ہوگیا۔

پھر ۶۵۸ھ میں ملک ظاہر بندقدار کا دور آیا۔ تو اُس نے ازہر پر پوری توجہ مبذول کی جس سے ازہر کی عظمتِ رفتہ واپس آگئی۔ ظاہر کے بعد اُس کے جانشین بھی اسی روش پر قائم رہے، لیکن اب تک بغداد مصر کا حریف تھا۔ چنگیزی دست برد سے جب بغداد تباہ ہوگیا، یہاں کے اسلامی مدارس اجڑ گئے اور کتب خانے برباد ہوگئے۔ تو اب سوائے مصر کے اور مدارس مصریہ میں بھی سوائے ازہر کے دنیاءِ اسلام میں کوئی درسگاہ ایسی نہیں تھی جو مرکز کی حیثیت رکھتی ہو۔

مستشرقین ازہر کے اس عہد کو عہد زریں کہتے ہیں لیکن عثمانیوں کے سیاسی استیلاء کے باعث مصر اپنے استقلال سے محروم ہوگیا تو اس کا اثر ازہر پر بھی پڑا اور اُس میں پھر وہی زبوں حالی کے آثار نمایاں نظر آنے لگے۔ ہاں البتہ جب خاندان علویہ کے صدر محمد علی پاشا حکومتِ مصر پر قابض ہوئے تو اُنھوں نے ازہر کی طرف بھی اعتنا کیا، محمد علی پاشا علماء کے ایسے گرویدہ تھے کہ وہ اُن کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ اور اُن کے مشوروں پر عمل کرتے تھے، پاشا نے اپنے طبی مدرسہ کے لیے جن طلباء کا انتخاب کیا تھا وہ سب جامع ازہر کے ہی طلباء تھے۔ پاشا موصوف کے عہد میں جو مصری وفد فرانس جاتے تھے اُن کے ارکان میں شیوخ ازہر بھی شامل ہوتے تھے۔ ان میں ہی شیخ رفاعہ بک بھی تھے، اُنھوں نے فرانس سے واپس آکر ترجمہ و تالیف کے ذریعہ مصر کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

ازہر اور جدید علمی تحریک مغرب میں جدید علوم وفنون کی غیر معمولی ترقی کے باعث دنیا کے مہذب ممالک میں عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا۔ مگر افسوس ہے کہ جامع ازہر اپنی پرانی چال پر ہی چلتا رہا، اور اُس نے اپنے نصابِ تعلیم، طرز تعلیم، اور دوسری چیزوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ اسماعیل پاشا والی مصر اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد میں بہت چاہا کہ کسی طرح فقہ اسلامی، فرانسیسی قانون کی طرح دفعہ وار مرتب ہو جائے۔ اور تمام ملک میں اُس کو بتمامہ نافذ کر دیا جائے۔ لیکن علماءِ ازہر کے عدم تعاون کے باعث یہ کام بھی انجام کو نہ پہنچ سکا۔ اور اس طرح نہ صرف مصر کے لیے بلکہ تمام دنیاء اسلام کے لیے اسلامی قانون کی نہضت و تنفیذ کا زریں موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ ازہر میں اب حد سے زیادہ جمود و خمود پیدا ہو چکا تھا، اور اُس کی حالت سقیم سے سقیم تر ہو گئی تھی۔ اب ضرورت محسوس ہوئی کہ آئین و قانون کے زور سے ازہر کی اصلاح کی جائے چنانچہ ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں مرحوم اسماعیل پاشا کے عہد میں جبکہ مرحوم شیخ محمد العباسی المہدی ازہر کے شیخ تھے ایک قانون بنایا گیا جس میں ازہر سے سند حاصل کرنے کے طریقوں اور امتحانات کے مختلف مضامین وغیرہ کی تعیین کی گئی۔ ان امتحانات میں جو طلبا کامیاب ہو کر نکلتے تھے اُن کے تین درجات تھے۔ پہلا، دوسرا اور تیسرا، اور اس قانون میں یہ بھی قرار پایا کہ ازہر کی کوئی سند اُس وقت تک معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ اُس پر شاہِ مصر کے دستخط نہ ہونگے۔ اس قانون کے ماتحت امتحان کے لیے جو مضامین متعین کیے گیے وہ حسب ذیل تھے:۔

• اصول، فقہ، توحید، حدیث، تفسیر، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع منطق۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس قانون سے بھی ازہر میں خاطر خواہ اصلاح اور ترقی نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اب بھی ازہر کا نصاب تعلیم محض علوم دینیہ تک محدود تھا۔ ہیئت، علمِ مواقیت، اور حساب کچھ تھوڑا بہت پڑھایا بھی جاتا تھا تو محض برائے نام جس سے نماز کے اوقات اور میراث کے مسائل حل کرنے میں مدد ملے۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نصابِ تعلیم کے اس اختصار کے باوجود ازہر کی مدت تعلیم کم سے کم پندرہ سال تھی۔ زیادہ کی کوئی حد تھی ہی نہیں۔ اس نصاب نے جو علماء پیدا کیے اُن کی نسبت بیّن طور پر یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ بحث و جدال میں تو اپنے حریفوں سے بازی لیجانے میں ضرور طاق تھے لیکن کسی علمی مسئلہ پر سنجیدگی اور وسعتِ خیال کے ساتھ وہ مذاکرہ نہیں کر سکتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دورِ اصلاح

مصری حکومت کے دردمند اعیان اور روشن‌خیال علماء کو ازہر کی اس زبوں حالی نے بےچین کیا۔ اور اُن کی کوششوں سے ۱۸۹۶ء میں ایک قانون کے ذریعہ ازہر کے نصاب تعلیم میں ان مضامین کا اضافہ کیا گیا:۔ اخلاق، مصطلحات الحدیث، حساب، جبر، عروض، قافیہ، ان علوم کے علاوہ اسلامی تاریخ، خط، انشاء، متن لغت، مبادی ہندسہ، اور تقویم بُلدان کو اختیاری مضامین قرار دیا گیا۔ جو طلباء ان مضامین کو لیتے تھے اُن کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، اور وظائف اور تعلیم سے فراغت کے بعد ملازمتوں میں اُن کو دوسروں پر مقدم رکھا جاتا تھا، اس قانون کے سلسلہ میں ازہر کی بڑی خوش قسمتی یہ تھی کہ اس قانون کی تنفیذ کا کام جس مجلس کے سپرد کیا گیا اُس میں مصر کے بڑے بڑے روشن‌خیال علماء اور اربابِ اثر و رسوخ اعیان شامل تھے مثلاً حسونۃ النواوی، مفتی محمد عبدہ، سلیم البشری، عبدالکریم سلمان، سلیمان العبد رحمہم اللہ۔ ازہر اس قانون کے ماتحت جادۂ اصلاح و ترقی پر خوش‌خرامی کے ساتھ گامزن رہا۔ اب یہاں کے طلباء علوم دینیہ عربیہ کی تکمیل کے ساتھ بقدر ضرورت جدید علوم سے بھی آشنا ہوتے تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ شیخ محمد عبدہ کے درس نے ازہر کی فضا میں ایک خوشگوار اصلاحی فضا پیدا کر دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ شیخ مرحوم نے جب ازہر کی مجلس منتظمہ سے علیحدگی اختیار کی اور ۱۹۰۵ء میں اُن کی وفات ہو گئی تو ازہر پھر اپنی پُرانی روایات کی طرف عود کر آیا۔

اس کے بعد بڑے بڑے حوادث اور فتن رونما ہوئے، اور حکومت نے قضاء شرعی کا ایک مدرسہ قائم کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ تجویز خود شیخ محمد عبدہ کی تھی — چنانچہ ۱۹۰۷ء میں اس مدرسہ کے لیے ایک سرکاری اعلان بھی ہو گیا۔ اس قانون کا نفاذ علماء ازہر کے لیے صد درجہ اضطراب و قلق کا باعث ہوا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ علوم عربیہ کی تعلیم کے لیے حکومت مصریہ کا ایک مدرسہ پہلے سے ہے اب دینی علوم اور خصوصاً فقہ کی تعلیم کے لیے بھی ایک مدرسہ الگ ہو جائیگا تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کیا ہوگا کہ حکومت کو ازہر کی طرف سے بالکل استغنا ہو جائے اور علماءِ ازہر کے لیے خطابت اور امامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ رہے۔ اس احساس نے علماءِ ازہر میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑا دی، اور اُنہوں نے بڑی شدت کے ساتھ ازہر کی اصلاح کا مطالبہ کیا، اس تحریک میں مصر کے نا گرامی علماء و اعیان نے حصّہ لیا، خاکسار بھی اُنہی میں شامل تھا۔ اور اُستاذ علی عبدالرزاق طلباء کی ط سے اس تحریک کے لیڈر تھے۔

حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی بڑی کوشش کی، لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسک سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ازہر والوں نے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے ازہر چھوڑ دینے کا قط فیصلہ کر لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہ تھا۔ لیکن ازہر کے طلباء اور پُرجوش علماء کی ہمت کے سا اتنی بڑی جماعت کا اپنے اصلی مقام سے یکایک منتقل ہو کر کسی دوسری جگہ پر چلا نا جیسا مشکل کام مشکل نہ تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے دارالسلام کی سرائے کو کرایہ پر لے لیا، اور راتوں رات طلبہ کے جم کو ازہر سے اس سرائے میں منتقل کر دیا۔ شیخ حسونۃ النوادی شیخ الازہر کو اس واقعہ کا علم اُس وقت ہو جبکہ آخری طالبِ علم اپنا بوریا بستر باندھ کر سرائے کی طرف جا رہا تھا۔ شیخ کو اس واقعہ سے اس قدر ص ہوا کہ وہ بے تحاشا رونے لگے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کے وجہِ استعفا میں اس واقعہ ہائلہ کو بھی دخل تھا۔

حکومت اس عام اور شدید احتجاج کی مقاومت نہ کر سکی اور اُس نے ازہریوں کو ڈرانے ا دھمکانے کے بجائے ایک قانون نافذ کیا کہ ازہر کی تنظیم ازسرِ نو مصر کے مدرسۂ قضاءِ شرعی اور دار الع کے انداز پر کی جائے۔ ۱۹۱۱ء کے قانون دفعہ (۱۰) کا اجراء اسی مقصد کے لیے کیا گیا تھا۔ اس قانون ک رُو سے علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ طلباءِ ازہر تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، طبعیات، اور کیمیا کی بھی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پھر انشاء و تحریر کی مشق اور ادب میں کمال حاصل کرنے کا الگ انتظام کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ازہر سے نامی گرامی شعراء، ادیب، اور مصنف پیدا ہونے لگے لیکن اس فائدہ کے باوجود اس قا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...ت تاریک پہلو بھی تھا۔ اور وہ یہ کہ سکنڈری تعلیم میں مضامین کی بھرمار کے باعث طلباء اچھی طرح اُن ...ب کو محفوظ نہیں کر سکتے تھے۔ تو انہیں اُن کو رٹنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ امتحانات زبانی بند کر دیے گئے ...ان کی جگہ تحریری امتحان کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اس بناء پر طلباء سے استنباط و اجتہاد اور غور و فکر کا مادہ ...رہا۔ اور اُنھوں نے اپنی سب کوششیں کتابوں کو بر نوکِ زبان یاد کرنے پر صرف کرنی شروع ...یں۔

اس قانون میں مختلف اوقات میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ سب سے اہم تبدیلی وہ تھی جو ۱۹۳۰ء ...دفعہ ۴۹ کے ماتحت واقع ہوئی۔ اس قانون کی رو سے یونیورسٹی کی تعلیم کو تین شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ...علوم اصول الدین (۲) علوم الشریعۃ (۳) علوم اللغۃ العربیہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک ...تخصیص قائم کیا گیا۔[1]

...ح جدید کا قانون لیکن اصل مرض ابھی کسی اور طبیبِ حاذق کے نسخۂ شفا کا منتظر تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اُستاذ ...شیخ محمد مصطفیٰ المراغی ازہر کے شیخ مقرر ہوئے تو اُنھوں نے ازہر میں خاطر خواہ اصلاح کرنے کے لیے ...مصر کے پاس ایک یادداشت لکھ کر بھیجی جس نے ۱۹۳۶ء میں دفعہ ۲۶ کی قانونی شکل اختیار کر لی۔ ...ذیل میں اس یادداشت کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں، جس سے بعض اہم اجتماعی مسائل حیات پر روشنی ...ہے۔ (ہندوستان کے پرانے مدارس عربیہ کے اربابِ اقتدار و اہتمام کو اس یادداشت کا ایک ...لفظ غور سے پڑھنا چاہیے۔ ممکن ہے اس آئینہ میں اُنھیں اپنی صورتِ زیبا کا کوئی الم انگیز داغ نظر ...ئے۔ "برہان")

...ہر کی یادداشت "اب جبکہ ہم ازہر کی اصلاح چاہتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم یہاں سے ایسے طلباء ...ریں جو علوم کے مسائل اور اُن کے اغراض کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔ اور یہ معلوم کر سکیں کہ ان مسائل کے

---

[1] غالباً اس درجۂ تخصیص کی حیثیت وہی ہے جو انگریزی یونیورسٹیوں میں ایم اے کی ہوتی ہے۔ "برہان"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلائل کیا ہیں ؟ اور اُن دلائل میں باہم کیا ربط و تعلق ہے ۔ جزئیات پر کلیات کو منطبق کر سکیں ۔ استدلال واستنباط کا ان میں صحیح ملکہ پیدا ہو ۔ تمام فنونِ اسلامیہ میں مختلف زمانوں میں جو کتب قدیمہ لکھی گئی ہیں اُن کا مطالعہ بغیر کسی دقت اور دشواری کے کر سکیں ۔

ہاں ! میں اسے پسند نہیں کرتا کہ علوم اسلامیہ کے درس کے لیے مروجہ کتب کے پڑھانے پر اصرار کیا جائے ، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ صحیح عربی کے اسلوب پر ہر اسلامی فن میں ایسی نئی کتابیں تصنیف کی جائیں جو موجودہ زمانہ کے مذاق کے مطابق ہوں اور اب تک اُس فن سے متعلق جو علمی تحقیقات ہو چکی ہیں اُن سب کا نچوڑ اُن کتابوں میں موجود ہو ۔ اور پرانی کتابوں کو خارج کر کے ان نئی کتابوں کو درس میں شامل کیا جائے ۔ کتب قدیمہ میں سے صرف اُن کتابوں کو رکھا جائے جو اسلوب اور وضع و ترتیب کے لحاظ سے بہتر ہوں ۔

ہمارے اسلاف علم کے بڑے شیدا تھے ۔ تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا کہ اُنھوں نے یونانی علوم ، فارسی ادب ، اور ہندوستان کی حکمت کو جذب کر لیا ، اور ان سب سے اُنھوں نے قرآن مجید کی تفسیر میں ، اور ایک ایسے علم کلام کی وضع میں مدد لی جس کے نظائر " المواقف والمقاصد " میں ملتے ہیں ۔ ان اسلاف نے تمام علوم کے مسائل کی تحقیق و تدقیق میں ان علوم سے کام لیا ۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف کی کسی فن کی کوئی کتاب فلسفہ و منطق کے اثر سے خالی نہیں ہے ۔ ان بزرگوں نے دین اور فلسفیانہ نظریات میں تطبیق کی جو کوششیں کیں وہ بیحد تعجب انگیز تھیں ۔ اس معاملہ میں علماء اسلام نے اپنی حیرت انگیز ذکاوت و ذہانت کا ثبوت دیا ۔

اب ہمارے زمانہ میں علم نے ایک نئی رفتار سے چلنا شروع کیا ہے ۔ قدیم نظریے بدلتے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ نئے نئے نظریات قائم ہوتے جا رہے ہیں تحقیق و تلاش کے وسائل و ذرائع ازمنۂ قدیمہ کی بہ نسبت اب کہیں زیادہ وسیع ہو گئے ہیں ، سائنس اور کیمیا کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ گویا انسانی جدوجہد کے ہاتھ نے قدرت و کائنات کے سربستہ رازوں میں سے ایک ایک راز کو بے نقاب کر دینے کا عزم کر لیا ہے لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس تمام ترقی کا ایک ظاہری نتیجہ یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ ان تمام علوم کی زد مذاہب پر عموماً اور اسلام پر خصوصاً پڑ رہی ہے۔ ان حالات میں کیا علماءِ دین کا یہ حتمی اور قطعی فرض نہیں ہے کہ وہ ان علوم کے حملوں سے اسلام کو بچائیں۔ اور اپنے اسلاف کی طرح خود ان علوم کو حاصل کرکے دلائل قاطعہ کے ذریعہ اسلامی عقائد و مسائل کی حفاظت کریں۔ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ علماءِ دین اس اہم فریضۂ وقت کو اس وقت تک خاطر خواہ طریقہ پر ادا نہیں کرسکتے جب تک کہ وہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ اختلاط و ارتباط پیدا کرکے اُن کے علوم اور اُن کی زبانوں کو پوری طرح حاصل نہیں کرلینگے۔ اس بناپر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ازہر میں اجنبی علمی زبانوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

ہم اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے کہ قانون کی اصلاح اور اس مشروع کی تنفیذ ہماری تمام اغراض کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیگی۔ اور اس کے بعد ازہر سے وہ علماء پیدا ہونے لگینگے جن کی موجودہ زمانہ میں واقعی اسلام کو ضرورت ہے، اصلی چیز علم کی رغبتِ صحیح اور اس کی تحصیل میں بڑی سے بڑی صعوبت و دشواری کو برداشت کرلینے کا حوصلہ ہے۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ علم ایک دولتِ بے زوال اور نعمتِ خداداد ہے۔ وہ نفسِ انسانی کا زیور اور عقل کا سرمایۂ لطف و مسرت ہے۔ ہمیں زندگی کا ایک ایک لمحہ پورے شوق و ولولہ کے ساتھ علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل اور پھر اُن کے ذریعہ خلقِ خدا کی خدمت و اعانت میں صرف کردینا چاہیے۔ اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہمارے ذمہ اللہ اس کے رسول اور مومنین صادقین کی طرف سے ایک اہم فرض ہے، جو بہرحال ہمیں ادا کرنا ہے“۔

اُستاذ اکبر شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کی یہ یادداشت ازہر کی تاریخ میں اپنی نوع کی پہلی یادداشت تھی جلکو چونکہ اُن کا بڑا اثر تھا اس لیے اس کو منظور کرلیا گیا، اور اسکے بعد ازہر کے جسم میں ایک نوجوان زندگی کا تر و تازہ خون جوش مارنے لگا۔ افسردگی کی جگہ ولولہ و حوصلہ نے لی۔ تاریک خیالی پر روشن دماغی کا تسلط ہوگیا۔ اُستاذ مراغی کی کوششوں اور شاہ فواد مرحوم اور اُن کے بعد نوجوان شاہ فاروق مصر کی فیاضانہ امداد و اعانت کا

© rasailojaraid.com